حافظ محمد صفی اللہ معاویہ ۔ متعلم درجہ سوم دارالعلوم حقانیہ ۔۔

# حضرت شیخ الحدیثؒ سے بچوں کی محبت کا ایک دیدنی منظر

## مدینہ کی نسبت اور بارگاہِ ربوبیت کی عظمت

ہم تینوں بھائی جب مدینہ منورہ (جہاں پر ہماری زندگی کے تقریباً ۱۰ سال گذرے تھے) سے اکوڑہ خٹک آئے اور والد گرامی نے اکوڑہ خٹک میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا تو پھر انہوں نے حضرتؒ کو بتائے بغیر اپنے طور پر دارالعلوم کے نظماء اور دارالحفظ کے ارباب بست وکشاد سے ہمارے داخلہ کی بات کی مگر اس وقت کی انتظامیہ اور ذمہ داروں نے ہمارے داخلہ سے صاف انکار کر دیا اب یاد نہیں کہ وجہ کیا تھی غالباً یہی وجہ ہوگی کہ مزید داخلہ کی گنجائش نہ ہوگی یا پھر شرائط و قواعد کے مطابق ہمارے کوائف مکمل نہ ہوں گے ۔ بہر حال صورت حال جونسی بھی ہو اتنا یاد پڑتا ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس بات کا علم ہوا تو ذمہ داروں کو بلایا اور انہیں تاکیداً فرمایا کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے نسبت رکھتے ہیں وہاں سے آئے ہوئے مہمان ہیں ان کو فوراً داخلہ دیدو، ایسوں کے لئے کسی شرط و قاعدہ اور عدم گنجائش کا ضابطہ نہیں ہے پھر سب حضرات کو تاکیداً ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے مہمانوں کے داخلہ کا خصوصیت سے اہتمام کیا جائے ، اور انہیں خصوصی کمرہ بھی دیا جائے چنانچہ حضرت کے تاکیدی حکم کے مطابق ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ۔

---

مجھے حضرتؒ کی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ۵ سال تک حضرتؒ کی محفل میں حاضری کی سعادتیں حاصل رہیں ایک چیز خصوصیت سے جو احقر نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ حضرتؒ شدید عوارض امراض اور علالت وضعف اور کمزوری کی وجہ سے بمشکل دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لاتے تھے اور پھر دوسروں ہی کے سہارے لے جائے جاتے تھے ۔ عام اٹھنا بھی دشوار ہوتا تھا ۔ خدام سہارا دے کر اٹھاتے تھے ، مگر جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو پھر کسی بھی سہارے کے بغیر خود اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا اور یہ چیز حضرت کے لئے آسان ہوگئی تھی ۔ فرائض کے علاوہ نوافل میں بھی حضرتؒ خود قیام فرماتے اور کسی بھی سہارے کے بغیر نماز پوری فرماتے تھے ۔ یہ روحانی طاقت تھی اور بارگاہ ربوبیت کی عظمت ، کہ اپنا سب کچھ بھول جاتے اور عشق و محبت میں ضعف و علالت بھی رکاوٹ نہ بن پاتی ۔

---

ہم جب مدینہ منورہ سے آئے تو اس وقت میری عمر تقریباً ۱۲ سال تھی اور احقر دارالعلوم کے دارالحفظ والتجوید میں متعلم تھا میرے بھائی بھی دارالعلوم میں داخل ہو چکے تھے ، حضرت والد گرامی حضرت مولانا نصر اللہ صاحب نے ہمیں تاکید کر رکھی تھی کہ فارغ اوقات میں بالخصوص عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت اور مجلس میں ہم ضرور حاضری دیا کریں اور ان کی خدمت کریں ان کے مہمانوں کی خدمت کریں موقع نہ ملے تو ان کے چہرے کو دیکھا کریں حضرت نماز کے لئے تشریف لائیں تو ان کے لئے جائے نماز بچھا دیں جب جانے لگیں تو مصلی اٹھائیں اور اسے سینے سے لگائیں کہ اس سے اللہ پاک علم عطا فرمائے گا چنانچہ حضرتؒ جب نماز پڑھ کر جانے لگتے تو ہم بچے حضرتؒ کا مصلی اٹھاتے اور سینے کے ساتھ لگانے میں سبقت کرتے اور ہماری سابقت کا یہ عمل اور منظر دیدنی ہوتا ۔

میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ حضرتؒ کی محبوبیت ، عظمت اور محبت بچوں کے دل میں بھی اسی طرح موجزن تھی جس طرح بڑوں کے قلوب میں نقش تھی ۔

---

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ نے میرے والد گرامی (جو عصر کے بعد ہمیشہ حضرت کے خدمت میں رہا کرتے تھے اور حضرت کے نواسوں اور خاندان کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے) کو تاکید کر رکھی تھی کہ افغانیوں میں جو لوگ جہاد پر جائیں یا مہاجرین میں جو لوگ غریب و نادار ہوں ان کی نشاندہی کریں تو حضرت اپنے جیب خاص سے ان کی مدد فرمایا کرتے تھے اور ان میں نقدی تقسیم فرمایا کرتے تھے ۔

# دلآویز اور دلنواز شخصیت

جن کے تصور سے اس ظلمت بھرے دور میں دل کو ڈھارس اور قلب کو تقویت محسوس ہوتی تھی۔

حضرت العلامہ مولانا محمد تقی عثمانی، جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان

ابھی شہید مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کا حادثۂ وفات تازہ تھا، اور ان کے بارے میں تفصیلی تاثرات لکھ کر فارغ ہوا تھا، اور وہ زیر کتابت تھے کہ ایک اور جانکاہ حادثے کی خبر نے ہلکان کر دیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ بانی و مہتم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، اس ملک کی ان گرانقدر شخصیتوں میں سے تھے جن کے تصور سے اس ظلمت بھرے دور میں دل کو ڈھارس اور قلب کو تقویت محسوس ہوتی تھی، اور جن کے خیال سے اپنے عہد کے افلاس کا احساس کم ہوتا تھا۔ آج ہم اس دلآویز اور دلنواز شخصیت اور ان کی برکات سے بھی محروم ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی ذات والا صفات یادگارِ سلف تھی، علم و فضل اور طہارت و تقویٰ کے اوجِ کمال پر فائز ہونے کے باوجود سادگی اور تواضع و انکسار کا ایسا پیکرِ مجسّم تھے کہ عجب و پندار کے اس دور میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، ان کا پُرنور چہرہ دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا، ان کی صحبت میں رہ کر قلب میں گداز اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی تھی، اور محسوس ہوتا تھا کہ ہم سلفِ صالحین کے کسی بزرگ کی صحبت سے فیضیاب ہیں۔

طبعی طور پر حضرت موصوفؒ درس و تدریس اور علمی و تبلیغی مشاغل کے بزرگ تھے، سیاست اور اسٹیج کے نہیں۔ لیکن ایک دردمند صاحبِ دل کی طرح ملک و ملت کی فکر اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کی لگن بھی ان کی حیاتِ طیبہ کا جزوِ لاینفک بن گئی تھی۔ چنانچہ اس لگن کی بنا پر انہوں نے اپنا گوشۂ عزلت چھوڑ کر ملک کے سیاسی معاملات میں بھی فعال حصہ لیا۔ لیکن یہ سب کچھ دین اور صرف دین کے لیے تھا۔

حضرتؒ ایک طویل عرصے تک قومی اسمبلی کے رکن رہے۔ آپؒ آجکل کی انتخابی سیاست کے داؤ پیچ سے کوسوں دور تھے، اور ووٹ حاصل کرنے کے لیے جو ترکیبیں آج کی انتخابی سیاست کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہیں، ان سے بھی آپؒ کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ لیکن محض اپنے اخلاص، للّٰہیت اور علم و تقویٰ کی بنا پر آپ اپنے حلقۂ انتخاب میں وہ مقبولیت عامہ رکھتے تھے کہ پے در پے کئی انتخابات میں آپ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتے، اور اپنے مقابل بڑے بڑے سیاسی پہلوانوں کو زیر کیا۔ ایک مرتبہ تو صوبۂ سرحد کا وزیراعلیٰ بھی آپ کے مقابلہ میں ناکام ہوا۔

اسمبلی میں آپ کی جدوجہد کا محور بھی صرف دین اور خالصۃً دین رہا، آپ معاصر سیاست کے ان کاموں میں کبھی نہیں الجھے جو اپنی کوشش کے اس بنیادی نقطے سے آپ کو ہٹا سکیں، حق کے اس بندے نے اسمبلی میں ہمیشہ حق کی آواز بلند کی، اور ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور محض سیاسی بنیاد پر بنی ہوئی دھڑے بندیوں میں اپنے آپ کو ملوث نہیں ہونے دیا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کی شخصیت ان چند گنی چنی شخصیتوں میں سے تھی جن کی مقبولیت اور جن کا حلقۂ اثر حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی تفریق سے ناآشنا تھا۔

ملک میں جب کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہوا جس کا تعلق دین سے ہو، حضرت مولانا نے اسمبلی میں اس سے متعلق خالص دینی نقطۂ نظر سے اپنا موقف واضح کیا، حضرت نے اسمبلی میں جو تقریریں فرمائیں، یا جو تحریکیں پیش کیں، ان میں سے کچھ کا ریکارڈ آپ کے فاضل صاحبزادے جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک کتاب میں مرتب فرما دیا ہے جو "قومی اسمبلی میں اسلام کے معرکہ" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

حضرتؒ ہمارے ملک میں مسلکِ علماء دیوبند کے علمبرداروں میں سے تھے، اور اپنے عقیدہ و عمل میں پورا رسوخ رکھتے تھے، لیکن اس رسوخ اور تصلب کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو فرقہ واریت میں ملوث نہیں ہونے دیا۔ آپؒ نے ہر اختلاف کو اختلاف کی حدود میں رکھنے کا وہ معتدل طریقہ اپنایا جو درحقیقت اکابرِ علماء دیوبند کا بنیادی وصف ہے۔ اپنے مسلک و مشرب کو مضبوطی سے تھامنے کے ساتھ ساتھ دین کے بلند اور مشترک مقاصد کے لیے دوسرے مکاتبِ فکر سے اشتراکِ عمل بھی جاری رہا، اور کوئی مخالف سے مخالف شخص بھی آپ پر فرقہ وارانہ تعصب کی تہمت نہیں لگا سکا۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات ملک کے تمام دینی حلقوں کی نظر میں، اپنے اخلاص و تقویٰ کی بنا پر ایک محترم مقام رکھتی تھی، اور آپ کی معیت پر مختلف مکاتب فکر اور متحارب گروہ جمع ہو جایا کرتے تھے۔

ابھی حال ہی میں "شریعت بل" منظور کرانے کی جدوجہد کے لیے ملک بھر کے مختلف الخیال عناصر کا جو "متحدہ شریعت محاذ" بنایا گیا، اس کا سربراہ آپ ہی کو چنا گیا۔ اب ملک کے علماء میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس پر مختلف مکاتب فکر کے لوگ اس طرح بے کھٹکے متفق ہو جائیں۔

حضرتؒ علمی میدان میں، جو آپ کا اصل میدان تھا، دارالعلوم دیوبند کے اکابر کے علم و فضل کے امین تھے۔ آپ نے اکوڑہ خٹک جیسے دور افتادہ قصبے میں "دارالعلوم حقانیہ" کی بنیاد ڈالی جو رفتہ رفتہ ملک کے ممتاز ترین دینی مدارس میں اعلیٰ مقام کا حامل بنا، آپ نے اس دارالعلوم کو خونِ جگر پلا کر پروان چڑھایا، اور آخر وقت تک اس میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ اسمبلی کی گمبھیر مصروفیات کے عین درمیان بھی تدریس حدیث کا یہ مبارک مشغلہ موقوف نہیں ہوا۔ آپ اکوڑہ خٹک سے اسلام آباد تک کا طویل فاصلہ کار میں، بلکہ بسا اوقات بسوں اور ویگنوں میں طے کر کے اپنے دونوں فرائض بحسن و خوبی نبھاتے رہے، اور اس کام کے لیے بڑھاپے کے دور میں جو مشقتیں آپ نے اٹھائیں، وہ ہم جیسے جوانوں کے لیے حیرت انگیز تھیں۔

آپ کا دورۂ حدیث کا درس ملک کے ممتاز ترین دروس میں سے تھا جس میں ہر سال طلبہ کی تعداد سینکڑوں میں ہوا کرتی تھی، چنانچہ آپ کے شاگردوں کا سلسلہ چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا ہے، آپ کے درس ترمذی کی تقریر کا ایک حصہ "حقائق السنن" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس سے آپ کے درس کی عظمت، ہمہ گیری اور معیار تحقیق کا اندازہ ہو سکتا ہے خدا کرے کہ یہ تقریر مکمل طور پر شائع ہو جائے تو معلومات کا بیش بہا خزانہ ثابت ہوگی۔

آپ آخر وقت تک اکوڑہ خٹک کے ایک اندرونی محلے میں ایک نیم پختہ سے مکان میں مقیم رہے، اور اسی کے متصل ایک مسجد میں جہاں ابتداء میں دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا تھا، جمعہ کا خطبہ دیتے رہے۔ آپ کا یہ خطبۂ جمعہ بھی انتہائی مفید اور مقبول تھا، اس کا خلاصہ ماہنامہ "الحق" میں ہر مہینے شائع ہوتا رہا ہے۔

جہادِ افغانستان شروع ہوا تو ملک کے تمام دینی مدارس میں سے دارالعلوم حقانیہ غالباً وہ پہلا مدرسہ تھا جس کے فضلاء نے حضرت مولاناؒ کے زیر ہدایت اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

---

راقم الحروف کے ساتھ حضرت مولانا کا مشفقانہ تعلق لفظ و بیان سے ماوراء تھا۔ ان کی خدمت و صحبت میں پہنچ کر شفقتِ پدری کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ پہلے پہل احقر کو ان کی زیارت کا موقع ۱۹۵۱ء میں ملا۔ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے ملک میں اسلامی دستور کے لیے جدوجہد کرنے کی خاطر جمعیۃ علماء اسلام کو منظم کرنے کے لیے کراچی سے پشاور تک کا طوفانی دورہ کیا، اس دورے میں آپ کے ساتھ حضرت مولانا محمد متین خطیب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، برادر محترم حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور احقر بھی آپ کے ہمراہ رہے۔ اس موقع پر اکوڑہ خٹک میں قیام حضرت مولانا کے مدرسے میں ہوا، وہیں پہلی بار آپ کی زیارت ہوئی، اور پہلی ہی زیارت میں دل پر یہ تاثر قائم ہوا کہ گویا دنیا ہی میں کسی فرشتے کی زیارت ہو رہی ہے۔ سرخ و سفید نورانی چہرہ، چہرے پر بلا کی معصومیت گفتگو سے پھول جھڑتے ہوئے، انداز و ادا میں وہ نورانیت کہ جیسے اس دنیائے دوں کی آلائشوں سے دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ یہ حسین اور منور چہرہ اسی وقت سے دل پر نقش ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بارہا حضرتؒ کی زیارت و صحبت کے مواقع نصیب فرمائے، اور ہر بار یہ نقش ہرا ہوتا چلا گیا۔ حضرتؒ کے لائق و فاضل فرزند جناب مولانا سمیع الحق صاحب سے احقر کے بے تکلف برادرانہ تعلق کی وجہ سے حضرت اس ناکارہ پر بھی ایسی ہی شفقت فرماتے جیسے اولاد پر ہوتی ہے، اور ان کے سایۂ شفقت میں پہنچ کر دل کو ایک عجیب سکینت ہوتی تھی۔

علم و فضل کے دریا جذب کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی البیلی ادا ہمارے بزرگوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے، اور یہ وصف حضرت مولاناؒ میں اس درجہ زیادہ تھا کہ بعض اوقات حیرت ہو جاتی تھی، اور مخاطب شرم سے پانی پانی ہو جاتا تھا۔

غالباً ۱۹۷۲ء کی بات ہے، بھٹو صاحب مرحوم کا دورِ حکومت تھا، اور اسمبلی میں ۱۹۷۳ء والے دستور کا مسودہ زیر بحث تھا، حضرت مولاناؒ قومی اسمبلی کے رکن تھے، میرے پاس برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب کا خط آیا کہ حضرت مولاناؒ شرعی نقطۂ نظر سے مسودۂ دستور کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، تاکہ اس میں ترمیمات پیش کر سکیں۔ حضرتؒ کا خیال ہے کہ اگر اس موقع پر تم بھی آجاؤ تو یہ کام مل جل کر کر لیا جائے۔ احقر کو یہ غلط فہمی نہیں تھی کہ حضرتؒ کو واقعۃً اس کام کے لیے میری ضرورت ہے، بلکہ زیادہ خیال یہ تھا کہ یہ مولانا سمیع الحق صاحب نے "تقریب بہر ملاقات" پیدا کرنے کا ایک لطیف حیلہ ایجاد کیا ہے۔ لیکن حضرت کی شفقت سے بہرہ ور ہونے اور ان کے کسی کارِ خیر میں برائے نام ہی سہی حصہ لگانے کو سعادت سمجھ کر احقر چلا گیا۔

میں جب اسلام آباد پہنچا تو اسمبلی کا اجلاس جاری تھا، برادرِ محترم مولانا سمیع الحق کے ہمراہ میں اسمبلی کی گیلری میں چلا گیا جہاں سے اسمبلی کی کارروائی دیکھی جاتی ہے۔ حضرت نے کچھ دیر بعد پیچھے